Digitized by Khilafat Library Rabwah

روزنامہ الفضل ربوہ
رجسٹرڈ نمبر ایل ۵۲۵۴
فون: ۴۴۹
ایڈیٹر: نسیم سیفی

جلد ۷۷/۴۲ | بدھ ۵۔ صفر ۱۴۱۳ھ، ۵۔ ظہور ۱۳۷۱ہش، ۵۔ اگست ۱۹۹۲ء | نمبر ۱۷۷

قربانیوں کی بنیاد ـــ اطاعت

انسان کی ساری قربانیوں کی بنیاد ہے تربیت کے اس عروج پر جسے ہم ایک لفظ "اطاعت" کے ساتھ تعبیر کرتے ہیں۔ ہمیں یہ دعا کرنی چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو یہ توفیق عطا کرے کہ ہم اس کے احکام کو بشاشت کے ساتھ اور محبت اور پیار کے ساتھ ماننے والے ہوں۔

(خطبہ حضرت امام جماعت احمدیہ الثالث۔ ۱۲۔ نومبر ۱۹۷۸ء)

دنیا بھر میں جماعت احمدیہ پر ہونیوالے افضال و انعامات کا ایمان افروز تذکرہ

کے دوسرے دن حضرت امام جماعت احمدیہ الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ کے خطاب کی دوسری اور آخری قسط

اسلام آباد (برطانیہ) جماعت احمدیہ پر سال گذشتہ میں ہونے والے افضال و انعامات کا تذکرہ کرتے ہوئے حضور ایدہ اللہ نے فرمایا کہ امسال جماعت احمدیہ کو ایک بڑی کامیابی یہ حاصل ہوئی کہ ایک ملک میں ۱۱ ہزار ۴۷۵ افراد احمدیت میں داخل ہوئے حضور ایدہ اللہ نے فرمایا یہ کامیابیاں اللہ کے فضلوں کی مظہر ہیں۔ اسلئے اللہ کے انعامات کو مزید حاصل کرنے کے لئے اپنے دلوں کو تقویٰ سے سجاؤ۔ اپنے دلوں کو کھولو۔ نئے آنے والوں کے لئے کثرت سے دعائیں کرو۔ یہ نئی صدی کی کامیابیوں کے آثار ہیں جو واضح ہوتے چلے جا رہے ہیں۔ دنیا کے ایک کروڑ احمدی اس تجربہ کے شاہد ہیں کہ جب بھی ہم خدا کی راہ میں نکلے ہیں اس نے کبھی ہمیں رد نہیں کیا۔ مشکلات پڑتی ہیں لیکن ہر مشکل کی کوکھ سے کامیابی جنم لیتی ہے۔

سیرالیون میں ہونے والے ایک عجیب ایمان افروز واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے آپ نے فرمایا کہ ایک مخلص احمدی خدمت دین کے خیال سے نکلے تو ایک ایسی جگہ پکڑے گئے جو باغیوں کا مرکز تھا اور وہ ہر روز ایک قیدی کو پکڑ کر ذبح کرتے تھے۔ ان کی بھی ایک دن باری آگئی۔ ان کو ایک تختے سے باندھ دیا گیا کہ ابھی ان کو ذبح کر دیں گے۔ کہ ایک عجیب واقعہ ہوا۔ باغیوں کے درمیان اس بات پر تکرار شروع ہو گئی کہ ایک کہتا تھا کہ میں ذبح کروں گا دوسرا کہتا تھا کہ میں کروں گا۔ یہ بات اتنی بڑھ گئی کہ آپس میں لڑائی شروع ہو گئی۔ ہنگامہ سن کر ان کا چیف وہاں آگیا۔ وہ ان کی لڑائی دیکھ کر اتنا ناراض ہوا کہ اس نے کہا کہ اس قیدی کو رہا کر دو اور باقی سارے قیدیوں کو بھی رہا کر دو۔ یہ سب قیدیوں کے ساتھ رہا ہو کر جب شہر آئے تو حکومت نے ان کو اس جرم میں پکڑ لیا کہ یہ باغیوں سے ملے ہوئے ہیں۔ تاہم تحقیق ہوئی تو نہ صرف ان کو باعزت بری کیا گیا بلکہ اس سب عرصے کی تنخواہ بھی ادا کر دی گئی۔ جو ایک بڑی رقم تھی چنانچہ اس مخلص احمدی نے اس تمام آمد کا ۱/۲ حصہ جو ۲۵ ہزار لیون بنتا تھا جماعت کو چندہ میں دے دیا۔

حضور ایدہ اللہ نے فرمایا خدا کی رحمت کا تو ایک قطرہ بھی اتنا پیارا ہوتا ہے کہ ہمیں رحمتوں کا سمندر دکھائی دیتا ہے حضور نے فرمایا کہ دعا کریں، جیسا کہ میں نے پہلے بھی کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں ہماری زندگیوں میں وہ دن دکھا دے کہ ایک کروڑ نئے افراد احمدیت میں داخل ہو جائیں۔

ایمان افروز واقعات کے بیان میں حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے ایک اور عجیب حیران کن واقعہ بیان فرمایا۔ حضور نے فرمایا بنگلہ دیش میں ایک معزز تعلیم یافتہ ایک دن ہمارے مشن ہاؤس آئے تو وہاں پر میری تصویر دیکھ کر حیران اور ششدر رہ گئے۔ ہمارے لوگوں نے پوچھا کیا بات ہے؟ اس نے میری تصویر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ یہ شخص چند دنوں سے روزانہ صبح مجھے نماز کے لئے جگانے آتا ہے۔ وہ صاحب اتنے حیران ہوئے کہ وہیں پر بیعت کرنے کا فیصلہ کر لیا۔

حضور ایدہ اللہ نے فرمایا کہ قیدیوں پر بھی رحم کی نظر ڈالیں۔ یہ بھی ہمارے مذہب کی اخلاقی تعلیمات کا حصہ ہے۔ چنانچہ احباب جماعت نے اسیران راہ مولا کے صدقے دنیا بھر میں اسیران کی بہبود کے لئے کام کئے ہیں۔ ایک ملک میں ایک قیدی رہا ہو کر آئے تو انہوں نے بتایا کہ آپ نے ہمیں احمدی کہہ کے یہاں جماعت احمدیہ قائم کی ہے۔ ہم نے یہ طریق مقرر کیا ہے کہ جب ہمارا کوئی قیدی ساتھی کسی دوسری جیل میں تبدیل ہوتا ہے تو ہم اسے ساری باتیں بتا کر بھیجتے ہیں۔ چنانچہ دوسری جیلوں میں منتقل ہونے والے قیدیوں نے ۳ جیلوں میں قیدیوں کو احمدی کہہ کے وہاں جماعت قائم کر دی ہے۔

حضور نے فرمایا اللہ تعالیٰ پاکستان میں بھی اسیران راہ مولا کو رہا کرے ان کی تکالیف کے دن ختم کرے۔

حضور نے فرمایا اللہ کے فضلوں کی سینکڑوں ہزاروں خوشبوئیں آنے لگی ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے اپنے فضلوں کو ہمیشہ جاری رکھے اور تائید و نصرت فرماتا رہے۔

آڈیو کیسٹ کے شعبہ کی کارکردگی کا ذکر کرتے ہوئے حضور نے فرمایا اس شعبہ نے دنیا بھر میں دس ہزار ۱۲۰ کیسٹیں بھجوائی ہیں۔ یہ سارا کام طوعی طور پر ایک پورا خاندان کرتا ہے۔

ویڈیو کے شعبہ کی خدمات کا ذکر کرتے ہوئے حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا جسوال برادران کو اللہ تعالیٰ نے بہت اہم خدمات کی توفیق عطا کی ہے۔ انہوں نے نہایت عمدہ طریق پر ویڈیو کے کام کو منظم کیا ہے۔ اور ایک سال میں ۳ ہزار ۷۱۵ ویڈیو کیسٹیں تیار کر کے دنیا بھر کی جماعتوں کو بھجوائی ہیں حضور نے فرمایا یہ جسوال برادران کے جنون کا پھل ہے کہ آج جاپان، انڈونیشیا، سنگاپور، بھارت، پاکستان اور روس میں ٹی۔ وی کے ذریعے مواصلاتی سیارے کی مدد سے براہ راست یہ تقریر دکھائی جا رہی ہے۔

اس پر احباب جماعت نے زبردست نعرے بلند کئے تو حضور ایدہ اللہ نے ازراہ تفنن فرمایا کہ ربوہ والے ذرا احتیاط سے کام لیں۔

حضور ایدہ اللہ نے امید ظاہر کی کہ اس جلسہ سالانہ کی طرح آئندہ اب خطبات بھی پاکستان اور بھارت سمیت ان تمام

باقی صفحہ ۷ پر

درخواست دعا

محترم فرخ احمد خان صاحب لاہور سے بذریعہ فون اطلاع دیتے ہیں کہ ان کے والد محترم نواب عباس احمد خان صاحب جلسہ سالانہ لندن میں بغرض شمولیت تشریف لے گئے تھے وہاں انہیں ۲ اگست ۹۲ء کو دل کا دورہ پڑنے کی وجہ سے ہسپتال میں داخل کرایا گیا۔ ان کی حالت تشویشناک ہے۔ انہیں انتہائی نگہداشت کے وارڈ میں رکھا گیا ہے۔

احباب جماعت سے محترم نواب عباس احمد خان صاحب کی صحت یابی کے لئے عاجزانہ درخواست دعا ہے۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

روزنامہ الفضل ربوہ | پبلشر: آغا سیف اللہ، پرنٹر: قاضی منیر احمد
مطبع: ضیاء الاسلام پریس ۔ ربوہ
مقام اشاعت: دارالنصر غربی ۔ ربوہ | قیمت
ایک روپیہ پچاس پیسے

۵ ۔ ظہور ۱۳۷۱ ہش ۵ ۔ اگست ۱۹۹۲ء

قلبی اطمینان

واقعہ تاریخی ہے یا افسانوی ۔ ہے بڑا سبق آموز ۔ کہتے ہیں کہ سکندر اعظم ایک بزرگ سے ملنے گیا تو دیکھا کہ وہ ایک ٹب میں بیٹھے ہیں ۔ سکندر نے پوچھا کوئی ضرورت ہو تو ارشاد فرمائیں ۔ میں اسے پورا کرنے کی سعادت حاصل کرنے کی تمنا رکھتا ہوں ۔ بزرگ نے کہا بس ذرا ایک طرف ہو جائیے ۔ آپ کے یہاں کھڑا ہونے سے دھوپ رکتی ہے ۔ اور ضرورت میری کیا ہو گی ۔ میں تو ضرورتوں کا خیال ہی ترک کر چکا ہوں ۔ اب صرف اتنی سی ضرورت ہے کہ دھوپ لگتی رہے اور اس کی راہ کوئی نہ روکے ۔

کہتے ہیں کہ یا ضرورت ہو تو پوری ہو جائے یا دل میں کسی ضرورت کا خیال ہی نہ پیدا ہو ۔ البتہ خیال ہی نہ پیدا ہونے والی بات بڑی اہم ہے ۔ ایسا کیونکر ممکن ہے ۔ اگر انسان از خود اس کی کوشش کرے تو شاید حسرتوں کا مرقع بن جائے ۔ کہتا تو رہے کہ مجھے اب کسی چیز کی ضرورت نہیں لیکن دل میں وبال اٹھیں کہ اگر ضرورتیں پوری ہو سکتیں تو میں یہ کیوں کہتا کہ مجھے کوئی ضرورت نہیں ہے ۔ آخر لوگ آرام و عیش کی زندگی بسر کرتے ہیں ۔ انہیں ضروریات لاحق ہوتی ہیں اور انکی ضروریات پوری ہو جاتی ہیں ۔ گویا کہ ایسا شخص احساس محرومی کے باعث ضرورتوں سے ہاتھ کھینچتا ہے ۔ لیکن اس کے بالمقابل ایک ایسا شخص بھی ہو سکتا ہے جس کی یا تو ساری ضرورتیں خدا تعالیٰ پوری کر دے یا اس کے دل سے کسی ضرورت کا خیال ہی نکال دے ۔ اگر یہ کام خدا کرے تو یقیناً انسان کو اطمینان ہو گا اور حسرت اس کے پاس بھی نہیں پھٹکے گی ۔

حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ فرماتے ہیں:

"اللہ تعالیٰ تو کریم رحیم خدا ہے ۔ یہ ناممکن ہے کہ کوئی اس کے دروازے پہ گرے اور خالی اٹھے ۔ اگر چاہتے ہو کہ ساری مرادیں پوری ہو جاویں تو یہ اس کے ہی فضل سے ہو گی ۔ بعض اوقات انسان کو یہ بھی دھوکا لگتا ہے کہ فلاں مراد پوری نہیں ہوئی حالانکہ بات یہ ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ احتیاج سے ہی انسان کو بری کر دیتا ہے۔"

جب انسان کو یہ سمجھ آجاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے احتیاج سے بری کر دیا ہے تو وہ مطمئن ہو جاتا ہے اور سمجھنے لگتا ہے ۔ اور یہ سمجھ بالکل درست ہوتی ہے ۔ کہ اسے دنیا جہان کی چیزیں مل گئی ہیں ۔ پس نظر خدا کی طرف رہے تو یا ضرورت پوری ہو جاتی ہے یا احتیاج سے بری ہو جاتا ہے اور دونوں باتوں کا نتیجہ قلبی اطمینان ہوتا ہے ۔

خدا تو سب کا خدا ہے خدا کی بات کرو
اسی کی ذات سے عشق و وفا کی بات کرو
زمانے بھر کے قدم آپ کے قدم سے ملیں
یہ ابتدا کی ہے بات، انتہا کی بات کرو

ـــــ ابوالاقبال

مہاجرت میں وصال

مہاجرت میں وصال اس فرشتہ سیرت کا
بڑا کٹھن بڑا مشکل بڑا اچانک ہے
مگر یہ جلوۂ موت و حیات برحق ہے
اگرچہ سلسلہ سانسوں کی آمد و شد کا
فصیل جسم کی سرحد کے اس نشاں تک ہے
جہاں یہ سانس کی مشعل بھڑک کے رہ جائے
جہاں مسافرِ واماندہ تھک کے رہ جائے

خدنگِ غیب سے جو ناگہاں ہوا وارد
وہ تیر تیرِ قضا تھا تمہیں خیال نہ تھا
محال لگتا تھا لیکن یہ کچھ محال نہ تھا
کہ راستہ میں مصیبت کوئی بڑی آجائے
یا راہِ عشق میں منزل کوئی کڑی آجائے
مہاجرت ہی میں یہ آخری گھڑی آجائے

مہاجرت میں ہے درپیش وہ سفر جس میں
کمیں میں کوئی عدو ہے نہ غم کسی کا ہے
جلو میں لاکھوں دعاؤں کا اک لشکر ہے
قدم بڑھاؤ کہ جو سامنے ہے ! اپنا ہے !
ہر ایک چاہنے والے کا پیار راہ میں ہے
"ہزارہا شجرِ سایہ دار راہ میں ہے"

پرویز پروازی (سویڈن)

حضرت بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ فرماتے ہیں :-

"اخلاق ہی ساری ترقیات کا زینہ ہے ۔ میری دانست میں یہی پہلو حقوق العباد کا ہے جو حقوق اللہ کے پہلو کو تقویت دیتا ہے ۔ جو شخص نوع انسان کے ساتھ اخلاق سے پیش آتا ہے خدا تعالیٰ اس کے ایمان کو ضائع نہیں کرتا ۔ جب انسان خدا تعالیٰ کی رضا کے لئے ایک کام کرتا ہے اور اپنے ضعیف بھائی کی ہمدردی کرتا ہے تو اس اخلاص سے اس کا ایمان قوی ہو جاتا ہے ۔ مگر یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ نمائش اور نمود کے لئے جو اخلاق برتے جائیں وہ اخلاق خدا تعالیٰ کے لئے نہیں ہوتے اور ان میں اخلاص کے نہ ہونے کی وجہ سے کچھ فائدہ نہیں ہوتا ۔ اس طرح پر تو بہت سے لوگ سرائیں وغیرہ بنا دیتے ہیں ۔ ان کی اصل غرض شہرت ہوتی ہے ۔ اور اگر انسان خدا تعالیٰ کے لئے کوئی فعل کرے تو خواہ وہ کتنا ہی چھوٹا کیوں نہ ہو ۔ اللہ تعالیٰ اسے ضائع نہیں کرتا اور اس کا بدلہ دیتا ہے ۔"

Digitized by Khilafat Library Rabwah

فارسی منظوم کلام

حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ فرماتے ہیں۔

دِیدہ چوں بر دِلبرِ مست اوفتد
ہرچہ غیرِ اوست از دست اوفتد

دلبرِ مست پر جب نظر پڑتی ہے تو ہر چیز جو ہاتھ میں ہوتی ہے گر پڑتی ہے

غیر گو دَر بَر بُوَد دُور ست دُور
یارِ دُور افتادہ ہر دم در حضور

غیر اگر پہلو میں ہو تو بھی دُور ہے لیکن یار اگر دُور بھی ہو تو ہر وقت پاس ہے

کاروبارِ عاشقاں کارِ جُدا ست
برتر از فکر و قیاساتِ شماست

عاشقوں کا کاروبار ہی جدا ہے اور تم لوگوں کے فکر و قیاس سے بالاتر۔

ان اشعار میں حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ اللہ تعالیٰ سے محبت کی کیفیت بیان فرماتے ہیں۔ جب محبوب پر نظر پڑتی ہے اور محبوب بھی ایسا جسے دلبر مست کہا جاسکے تو ہر چیز جو ہاتھ میں ہوتی ہے گر پڑتی ہے یعنی نظروں سے اتر جاتی ہے حقیقت یہ ہے کہ وہ دلبر یعنی خدا تعالیٰ جو ہر چیز کا مالک ہے اور جس سے پیار کرتا ہے ہر چیز اسے دینے کے لئے تیار رہتا ہے۔ جب ایسے دلبر کا خیال آتا ہے تو صرف وہی چیزیں قابلِ قدر لگتی ہیں جو اس کی طرف سے ملتی ہیں۔ ہر وہ دنیاوی چیز جو اس سے پہلے انسان کے ہاتھ میں ہوتی ہے اس سے دل اچاٹ ہو جاتا ہے اور اس کی پرواہ باقی نہیں رہتی۔ کہا جاسکتا ہے کہ وہ ہاتھ سے گر پڑتی ہے۔

خدا تعالیٰ کی موجودگی بطور محبوب کے حضور نے یوں بیان فرمائی ہے کہ اگر غیر انسان کے قریب بھی ہو حتیٰ کہ اس کے پہلو میں بیٹھا ہو تو چونکہ وہ غیر ہے اس سے اپنائیت کا تصور پیدا نہیں کیا جاسکتا۔ اس لئے اس کا قریب ہونا بھی دور ہونے ہی کے مترادف ہے۔ لیکن خدا تعالیٰ جو آنکھوں کو تو نظر نہیں آتا اور اس طرح کہا جاسکتا ہے کہ وہ انسان سے دور ہے وہ درحقیقت انسان کے قریب ہوتا ہے۔ اپنی دوری کے باوجود وہ انسان کی رگِ جان سے بھی زیادہ قریب رہتا ہے۔ اور یہ محبت کی حقیقی کیفیت ہے۔ اپنائیت نہ ہو تو انسان کے قریب ہو کر بھی انسان دوری محسوس کرتا ہے لیکن اپنائیت ہو دونوں طرف سے محبت کا اظہار ہو تو محبوب دُور ہونے کے باوجود یوں لگتا ہے کہ اس کے قریب ہی ہے۔ یہی اللہ تعالیٰ کی محبت کی کیفیت ہے۔ حضور فرماتے ہیں کہ عام طور پر انسان ان باتوں کو سمجھ نہیں سکتا۔ یہ باتیں عشق اور محبت سے تعلق رکھتی ہیں اور جب تک انسان کے دل میں عشق کا شعلہ نہ بھڑکے اس وقت تک اس کو یہ باتیں حقیقت کی صورت میں نظر نہیں آتیں۔ انسان اپنی فکر اور اپنے قیاس میں مشغول رہتا ہے اور جو کچھ وہ سوچتا ہے وہ اس محبت کی کیفیت سے بہت کم ہوتا ہے۔

حضور فرماتے ہیں کہ وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ سے عشق کرتے ہیں جنہیں اس سے محبت ہوتی ہے جس کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ بھی ان سے محبت کرنے لگتا ہے۔ ان کا رہن سہن ہی جدا ہے۔ ان کی باتیں دوسرے لوگوں سے مختلف ہیں۔ ان کے کام دوسرے لوگوں سے مختلف ہیں۔ اور دوسرے لوگ ان کو اجنبی کی طرح دیکھتے ہیں۔ انہیں اس بات کا احساس ہی نہیں ہوتا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے عشاق ہیں اور اللہ تعالیٰ بھی ان سے محبت کرتا ہے اس لئے ان کی زندگی ہماری زندگی سے مختلف ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اس بات کی توفیق عنایت فرمائے کہ ہم اس کے لئے اپنی محبت کو خالص کرسکیں اور بظاہر ہم سے دور ہونے کے باوجود وہ ہمیشہ ہمارے پاس رہے اس کے ساتھ ہمیں ایسی اپنائیت ہو جائے کہ گویا ہم دونوں۔ ہم اور وہ۔ بالکل ایک ہی جگہ رہتے ہیں اور ایک ہی طرح چلتے پھرتے ہیں۔ ہماری نظر اس پر ہو اور اس کی نظر ہم پر ہو۔ اے خدا تو ایسا ہی کر۔

ارشادات حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب

تقدیر کی باتیں

اب میں یہ بتاتا ہوں کہ ایمان بالقدر کی ضرورت کیا ہے۔ میں نے بتایا ہے قدر نام ہے صفات الٰہیہ کے ظہور کا۔ اور جب تک کوئی انسان اس پر ایمان نہیں لاتا۔ اس کا ایمان مکمل نہیں ہوسکتا۔ پس تقدیر ایمان کی تقویت اور تکمیل کا ذریعہ ہے۔ اگر یہ مسئلہ نہ ہوتا تو پہلا نقص یہ ہوتا کہ ایمان نامکمل رہ جاتا۔ اگر تقدیر نہ ہوتی تو پہلا نقصان یہ ہوتا کہ انسان نہ دین میں سکھ پاسکتا نہ دنیا میں۔ میں نے بتایا ہے کہ ایک تقدیر یہ ہے کہ آگ جلائے۔ پانی پیاس بجھائے، یعنی وہ احکام جن کے ذریعہ سے خواص الاشیاء مقرر کئے گئے ہیں۔ اسی قاعدہ سے فائدہ اٹھا کر دنیا اپنا کاروبار کر رہی ہے۔ ایک زمیندار گھر سے دانہ لے جاکر زمین میں ڈالتا ہے گویا بظاہر اس کو ضائع کرتا ہے مگر کیوں؟ اس لئے کہ اسے امید ہے کہ اُگ کر ایک دانہ کے کئی کئی دانے بن جائیں گے لیکن اسے یہ امید اور یہ یقین کیوں ہے؟ اس لئے کہ اس کا باپ اس کا دادا اس کا پڑدادا، جب جب اس طرح کرتا رہا ہے ایسا ہی ہوتا رہا ہے اور خدا نے یہ قانون مقرر کر دیا ہے کہ جب دانہ زمین میں ڈالا جائے تو اس کے اگنے سے کئی دانے پیدا ہو جائیں۔ لیکن اگر یہ قاعدہ مقرر نہ ہوتا بلکہ اس طرح ہوتا کہ زمیندار کو کنک کی ضرورت ہوتی اور وہ کنک بوتا تو کبھی کنک اُگ آتی کبھی کیکر اُگ آتا، کبھی انگور کی بیل نکل آتی وغیرہ تو کچھ مدت کے بعد زمیندار اس بونے کے فعل کو لغو سمجھ کر بالکل چھوڑ دیتا اور اپنی محنت کو ضائع خیال کرتا۔ اسی طرح اب تو سنار کو یقین ہے کہ سونا جب آگ میں ڈالوں گا تو پگھل جائے گا اور پھر جس طرح اسے چاہوں گا۔ زیور بنالوں گا لیکن اگر ایسا نہ ہوتا بلکہ یہ ہوتا کہ سنار کو کوئی کڑے بنانے کے لئے سونا دیتا اور وہ جب اسے پگھلاتا تو وہ چاندی نکل آتی یا کوئی چاندی دیتا تو وہ پیتل نکل آتا کیونکہ کوئی قاعدہ مقرر نہ ہوتا تو کیا حالت ہوتی یہی کہ بیچارے سنار کو مار مار کر اس کی ایسی گت بنائی جاتی کہ وہ اس کام کے کرنے سے توبہ کر لیتا۔ اسی طرح لوہار جب لوہے کو گرم کر کے اس پر ہتھوڑا مارتا کہ اسے لمبا کرے لیکن وہ کبھی خود بنتا جاتا۔ کبھی ہاون کی شکل اختیار کر لیتا۔ یا وہ کدال بناتا تو آگے تلوار بن جاتی۔ اور اسے پولیس پکڑ لیتی کہ ہتھیار بنانے کی اجازت تم کو کس نے دی ہے

یا اسی طرح ڈاکٹر تپ کے اُترنے کی دوائی دیتا لیکن اسے کھانسی بھی ہو جاتی۔ تو ڈاکٹروں کی کون سنتا۔ اب تو اگر کسی کو کھانسی ہو تو ایک زمیندار بھی کہتا ہے کہ اسے بنفشہ پلاؤ۔ کیونکہ تجربہ نے بتایا ہے کہ اس سے کھانسی کو فائدہ ہوتا ہے۔ لیکن اگر یہ قانون مقرر نہ ہوتا بلکہ یہ ہوتا کہ کبھی بنفشہ پلانے سے کھانسی ہو جاتی اور کبھی بخار بڑھ جاتا۔ کبھی قبض ہو جاتی اور کبھی دست آجاتے۔ کبھی بھوک بند ہو جاتی اور کبھی زیادہ ہو جاتی۔ تو کون بنفشہ پلاتا۔ بنفشہ تب ہی پلایا جاتا ہے کہ خدا نے مقرر کر دیا ہوا ہے کہ اس سے خاص قسم کی کھانسی کو فائدہ ہو۔ اسی طرح زمیندار تب ہی غلہ گھر سے نکال کر زمین میں ڈالتا ہے کہ اسے یقین ہے کہ گیہوں سے گیہوں پیدا ہوتا ہے اگر اسے یقین نہ ہوتا تو کبھی نہ نکالتا۔ کہتا نامعلوم کیا پیدا ہو جائے۔ میں کیوں اس غلے کو بھی ضائع کر دوں لیکن اب وہ اس لئے مٹی کے نیچے گندم کے دانوں کو دباتا ہے کہ خدا نے تقدیر مقرر کی ہوئی ہے کہ گندم سے گندم پیدا ہو۔ اسی طرح روٹی کھانے سے پیٹ بھرتا ہے لیکن اگر ایسا ہوتا کہ کبھی ایک لقمہ سے پیٹ بھر جاتا اور کبھی کوئی سارا دن روٹی کھاتا رہتا اور پیٹ نہ بھرتا۔ تو پھر کس کو ضرورت تھی کہ کھانا کھاتا اور کیوں پیسے ضائع کرتا۔ یا گھر میں آگ جلانے سے کھانا پکایا جاتا ہے لیکن اگر یہ ہوتا کہ کبھی سارا دن پھلکا توے پر پڑا رہتا اور آگ جلتی رہتی لیکن وہ گیلے کا گیلا ہی رہتا۔ اور کبھی آٹا ڈالتے ہی جل جاتا اور کبھی سینک لگنے سے پھلکا پکنے لگتا۔ کبھی موٹا ہو کر ڈبل روٹی بن جاتا۔ تو کون پھلکے پکانے کی جرأت کرتا۔ اسی طرح کبھی ساگ کچا رہتا اور کبھی پک جاتا تو کون پکاتا یا اب معلوم ہے کہ مصری ڈالنے سے چیز میٹھی ہو جاتی ہے لیکن اگر ایسا ہوتا کہ کبھی مصری ڈالنے سے میٹھی ہو جاتی۔ کبھی کڑوی کبھی نمکین اور کبھی کھٹی کبھی کسیلی اور کبھی کسی اور مزے کی۔ تو کیا کوئی مصری یا کھانڈ کو استعمال کرسکتا ہے۔ یہ جس قدر کارخانہ عالم چل رہا ہے اس کی ایک ہی وجہ ہے اور وہ مسئلہ تقدیر ہے۔ خدا تعالیٰ نے مقرر کر دیا ہے کہ میٹھا میٹھے کا مزہ دے کھٹا کھٹے کا مزہ دے۔ آگ سے کھانا پکے۔ روٹی سے پیٹ بھرے وغیرہ وغیرہ۔ انسانوں نے اس کا تجربہ کر لیا ہے۔ پس وہ ان باتوں کے لئے روپیہ صرف کرتے ہیں محنت برداشت کرتے ہیں۔ پس معلوم

باقی ص ۷ پر

Digitized by Khilafat Library Rabwah

پروفیسر خلیل احمد صدیقی کے اس مضمون کا ایک حصہ پہلے شائع ہو چکا ہے

زبان، سماج اور تہذیب

بنی نوع انسان کو نسل، مذہب قومیت، تہذیب اور زبان کی بنیادوں پر تقسیم کیا جاتا اور ان کے حوالوں سے پہچانا جاتا رہا ہے۔ ان سب کے مثبت کارناموں اور انسانی خدمات سے صرفِ نظر ممکن نہیں، لیکن ان کا استحصال بھی کیا جاتا رہا ہے۔ ان کے نام پر خون خرابا بھی ہوتا رہا ہے۔ دورِ جدید میں دنیا کے بہت بڑے حصے میں نسل اور مذہب کے ذریعہ سے استحصال اور استبدادِ داستان پارینہ بن چکے ہیں۔ قومیت تہذیب اور زبان کے نام پر بہت کچھ ہوتا رہتا ہے۔ ان سب کو یا ان میں سے کچھ کو انفرادی اور اجتماعی شناخت کا وسیلہ سمجھا جاتا رہا ہے۔ ان سب کے مقابلے پر زبان انسانی تقسیم کی مؤثر بنیاد اور تشخص کا آسان اور بیّن وسیلہ ہے۔ ہر شخص کی کوئی نہ کوئی مادری یا پہلی زبان ہوتی ہے جس کے ذریعے سے وہ بہت کچھ سیکھتا سوچتا اور حاصل کرتا ہے اور جس کے وسیلے سے وہ دوسروں کو تھوڑا بہت "سکھاتا اور دیتا" ہے۔ اس سے جذباتی وابستگی کچھ زیادہ ہی ہو جاتی ہے۔ وہ اس کے لئے محض وسیلۂ اظہار یا ذریعۂ ابلاغ ہی نہیں رہتی بلکہ مقصود بالذات بھی ہو جاتی ہے۔ جب لسانی گروہ پر کسی قسم کا قدغن لگتا ہے۔ کچھ حقوق غصب ہوتے محسوس ہوتے ہیں۔ تو زبان محض ذریعہ یا آلہ نہیں رہ جاتی بلکہ حریت اور خود ارادیت کی علامت بن جاتی ہے اور سیاسی حربے کا کام دیتی ہے۔ کثیر اللسان ملکوں میں لسانی رواداری باقی نہ رہے اور چھوٹی چھوٹی زبانوں کے پھلنے پھولنے میں رکاوٹیں ہوں تو قومی اکائی کو دھچکا لگتا ہے۔

کلچر کی اصطلاح ہمارے ادب، ہماری سیاست اور صحافت میں کچھ زیادہ ہی استعمال کی جاتی ہے۔ پہلے ہم "تہذیب" کی اصطلاح کم و بیش اسی مفہوم میں استعمال کیا کرتے تھے۔ لیکن پھر ہم نے اس کی جگہ "ثقافت" کو دی اور اس کے بعد "کلچر" کو۔ "ثقافت" کی اصطلاح بھی کہیں کہیں نظر آجاتی ہے لیکن مصوری، موسیقی اور لوک کہانیوں اور گیتوں کے ذیل میں یا رسمی تصوف کے سلسلے میں شاید ہمیں "تہذیب" اور تمدن میں غلط مبحث کی وجہ سے "تہذیب" کا نعم البدل" ڈھونڈنا پڑا ہو۔ لیکن "سولیزیشن" اور "کلچر" میں غلط مبحث تو جدید مغرب اور سوشیالوجی کے نظریوں میں بھی ہے۔ اس کی وجہ سے مغرب میں "کلچر" کا متبادل تلاش نہیں کیا گیا۔ حقیقت یہ ہے کہ مشرق میں "تہذیب" کا تصور زیادہ پرانا ہے۔ "CULTURE" کی اصطلاح یورپ میں سب سے پہلے، جرمن زبان میں اٹھارویں صدی کے آخر غالباً ۱۷۷۴ء یا ۱۷۹۳ء میں ملتی ہے۔ فرانسیسی اور انگریزی میں اس کا استعمال بعد میں ہوا۔ ابتدا میں اصطلاح کا مفہوم نظری اور مثالی زیادہ تھا۔ اس سے کسی فرد یا گروہ کی روشن خیالی، وسیع النظری ذہنی و روحانی رفعت و عظمت، اخلاقی بلندی آداب زندگی میں سلیقہ مندی اور رکھ رکھاؤ، علوم و فنون کے اکتسابات وغیرہ مراد لئے جاتے تھے بتدریج مفہوم کی "مثالیت" کم ہوتی گئی۔ اور افراد یا گروہ کی اکتساب کی ہوئی تمام ذہنی اور علمی خصوصیات طرزِ احساس، زاویۂ فکر اور آداب زندگی کے مجموعے سے تعبیر کیا جانے لگا۔ لیکن بین السطور نظری اور مثالی تصور کی کارفرمائی رہی۔ مشہور ماہر عمرانیات ایف۔ آر کویل (F. R. COWELL) "کلچر" کے تمام تصورات اور نظریات کے تجزیے اور تنقیدی جائزے کے بعد اس کی تعریف یوں کرتا ہے۔ کلچر کو ان خصوصیات سے تعبیر کیا جاسکتا ہے۔ جو روایت کے ذریعے سے یا تحریر اور اظہار کے دوسرے وسیلوں سے منتقل ہوتی رہتی ہیں اور صداقت، حسن اور خیر کی تحسین اور ان کے حصول کی راہ ہموار کر کے زندگی کو زیادہ بامعنی اور وقیع بناتی ہیں۔ اس میں وہ روایتی عقائد، عادتیں اور رسم و رواج بھی شامل ہوتے ہیں۔ جن سے لوگوں کی اکثریت اپنی زندگی کا رخ متعین کرتی ہے۔ اور جو سماجی زندگی کے تسلسل کے ضامن بھی ہوتے ہیں کسی گروہ، آبادی یا بنی نوع انسان کے مجموعی کلچر میں کئی تہذیبی مجموعے اور علت و معلول کی نوعیت کے متعدد نظام ہوتے ہیں۔ یہ ترکیبی تہذیبی نظام، زبان، سائنس فلسفہ، مذہب، فنونِ لطیفہ، اخلاقیات قانون معاشیات، سیاست ٹکنالوجی وغیرہ سے تعبیر ہوتے ہیں۔ یہ سب اپنی نظری عملی یا مادی اور کرداری یا بیوہاری صورتوں میں مجموعی کلچر کا اہم حصہ ہوتے ہیں۔ کلچر کا تعلق اکتسابات سے ہے اور لوگوں کے اکتسابات میں بیّن فرق ہوتا ہے اس لئے کلچر کی مختلف سطحیں ہوتی ہیں کلچر انفرادی بھی ہوتا ہے اور اجتماعی اور گروہی بھی۔ جب کسی شخص کو مہذب یا "کلچرڈ" کہا جاتا ہے تو انفرادی کلچر ہی مراد لیا جاتا ہے کلچر کو ماپنے کا کوئی پیمانہ نہیں ہوتا۔ ہاں یہ کہا جاسکتا ہے کہ جس کلچر میں رواداری اور اظہارِ رائے کی آزادی ہو وہی مستحسن ہے۔ کلچر کی قوتیں انسان کی سماجی زندگی کے تعین میں ممد ہوتی ہیں لیکن سماجی نظام اور تہذیبی نظاموں لازماً موافقت نہیں ہوتی۔ ایک ہی سماجی نظام کے پیرو مختلف تہذیبی نظاموں سے متعلق ہو سکتے ہیں اور ایک ہی تہذیبی نظام سے تعلق رکھنے والے مختلف سماجی نظاموں کے پیرو ہو سکتے ہیں۔ کسی گروہ یا قوم کی وسیع تر تہذیبی اکائی یا مجموعی کلچر کے مختلف عناصر، اس کی زندگی کے ہر شعبے میں جھلکتے ہیں۔ رہن سہن، مجلسی آداب سماجی اور لسانی بیوہار وغیرہ میں ان کی کارفرمائی ہوتی ہے۔ اسی لئے زندگی کے طور طریقوں آدابِ مجلس اور گفتگو کے انداز اور سلیقے کو بھی "تہذیب" کے مظاہر کہا جاتا ہے۔

چونکہ تہذیب یا کلچر کا تعلق انسانی اکتسابات سے ہے اور اکتسابی عمل جاری و ساری رہتا ہے۔ اس لئے کلچر کو جامد نہیں سمجھا جاسکتا۔ ذرائع پیداوار یا معیشت کی تبدیلی، نظام حیات میں تغیر اور دوسرے خارجی عوامل کے زیرِ اثر پرانے معیارات کی جگہ نئی قدریں لے لیتی ہیں، طرزِ احساس اور اندازِ فکر میں بھی تغیرات ہوتے ہیں۔ بنیادی تہذیبی نظام بھی کچھ نہ کچھ بدلتے رہتے ہیں اور مجموعی کلچر میں بھی کچھ تغیرات ہو جاتے ہیں۔ ہر کلچر کچھ امتیازی خصوصیات کا حامل سہی۔ اس کے بہت سے تار و پود دوسری تہذیبوں کے رہینِ منت بھی ہوتے ہیں۔ تہذیبی لین دین کا سلسلہ تو چلتا ہی رہا ہے۔ دورِ جدید کی "سمٹتی ہوئی دنیا" میں تو یہ لین دین ناگزیر ہے۔ اب تو اپنے ہی حصار میں نظر بند ہو کر رہ جانے کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔ ہر سماج کی ہر سطح اور ہر دائرے کا اپنا مخصوص کلچر سہی، لیکن وہ سب سے الگ تھلگ "جزیرہ" نہیں ہر طبقہ اپنے سے اوپر کے طبقے میں شمار کئے جانے کے لئے اس کے کلچر کو اپنانا چاہتا ہے۔ دیہی کلچر، شہری کلچر کی طرف، شہری کلچر، ملکی و قومی کلچر کی سمت اور وہ عالمی اور سائنسی کلچر کی طرف لپک رہا ہے، کہیں ٹھہراؤ نہیں فصیلیں ٹوٹ رہی ہیں۔ کلچر کے بہت سے عناصر، مظاہر اور آثار تاریخی حیثیت ہی رکھتے ہیں۔ یا ایسے سنگ میل کی جو زندگی اور سماج کے ارتقائی سفر کی نشان دہی کرتے ہیں۔ زندگی الٹے قدموں ان نقوشِ پا تک واپس نہ جائے گی۔ زندگی کا قافلہ رواں دواں رہے گا۔ سماج اور کلچر کا ارتقائی سفر جاری رہے گا۔ اس حقیقت کو جاننے کے باوجود ہم اپنے کلچر پر، وہ جو کچھ بھی اور جیسا بھی ہے۔ لاکھ رو بہ تغیر سہی، جان چھڑکتے ہیں۔ لفظ "کلچر" میں ہمارے لئے ایک طرح کی جذباتی اپیل ہے۔ ہمارے ذہن میں اس کا واضح تصور بھی نہیں، ہم اسے عمرو عیار کی زنبیل بھی بنا دیتے ہیں اور اپنی ہر پسند پر اس کا لیبل لگا کر جواز پیش کرنے سے بھی نہیں چوکتے۔ کلچر کی جو بھی تعریف کی جائے، اس کے عناصر اور رنگ ڈھنگ کا اظہار غیر لسانی وسائل سے بھی ہوتا ہے اور لسانی ذرائع سے بھی۔

قومیت اور کلچر کی سیاسی اور صحافتی تعبیرات سے قطع نظر یہ کہا جاسکتا ہے کہ زبان کے صوتی نظام صوتی زور یا نبرہ (STRESS) سُر لہر (PITCH) زیر و بم، لب و لہجہ وغیرہ اور ساختیاتی حیثیت میں قومی مزاج اور تہذیبی کرشموں کی بھی کچھ کارفرمائی ہوتی ہے۔ زبان کی تالیفی ترکیبی اور تحلیلی ہیئتیں بالواسطہ ان کا نتیجہ بھی قرار پا سکتی ہیں۔ زبان کی معنویاتی سطح کا تعلق لسانی گروہ کے ماحول، سماجی نظام، سماجی اداروں اور تہذیبی عناصر سے ہوتا ہے۔ اس کا معنویاتی مطالعہ و تجزیہ ہر صوتی علامت یا لکھے کے سیاق، موقع محل سے مطابقت اور مناسبت اور انسانی حوالے کے بغیر ممکن نہیں۔ لسانی گروہ کی "دنیا" حیات و کائنات سے ادراک اور شعور پر مشتمل ہوتی ہے۔ زبان اس کی ترجمانی کا ذریعہ ہی نہیں بنتی بلکہ اس کی تصوراتی تشکیل و ترتیب

باقی صــ پر

Digitized by Khilafat Library Rabwah

بین المملکتی حالات، واقعات، شخصیات ــــ نون۔ سین

عدالتی بحث

بتایا گیا ہے کہ متضاد عدالتی فیصلوں کی بحث سے پارلیمنٹ یا شریعت کورٹ کی بالادستی کے متعلق فیصلے سے یہ صورتِ حال پیدا ہوئی ہے۔ سپریم کورٹ کا کہنا ہے کہ سیاسی اقتدار اختیارات کی تقسیم اور مالیاتی اداروں کی حیثیت کا تعین مقننہ کا کام ہے ترمیم کا حتمی فیصلہ پارلیمنٹ کو کرنا چاہیئے۔ عدالت عظمیٰ کے مطابق پارلیمنٹ میں قانون سازی کو محدود کرنے سے آئینی ادارے سیاسی جماعتوں سے متعلق قوانین۔ انتخاب کا طریقہ کار عدالتی اختیارات مشکوک ہو جائیں گے شرعی عدالت سمیت کسی عدالت کو قانون سازی کے اختیارات نہیں۔ عدالتیں خود آئین کی پیداوار ہیں۔ جن میں سپریم کورٹ آئینی مسائل پر رائے دینے کی ذمہ دار ہے۔ بی۔ بی۔ سی اور وائس آف جرمنی کے تبصروں میں یہ باتیں کہی ہیں۔ شیخ آفتاب حسین نے کہا ہے کہ اجتہاد کیا جانا چاہیئے۔ لیکن آج کے علماء اجتہاد کے قابل نہیں۔ نہ وفاقی شرعی عدالت کے جج بننے کے اہل ہیں۔

لندن سے ریڈیو رپورٹ یہ ہے کہ گذشتہ ہفتے پاکستان کی دو اعلیٰ عدالتوں نے متضاد نوعیت کے فیصلے صادر کئے تھے۔ جنکی بناء پر یہ بحث ایک بار پھر پیدا ہو گئی ہے کہ عدالتوں اور پارلیمنٹ میں سے کسی کو برتری حاصل ہے۔ وفاقی شرعی عدالت نے کہا تھا کہ اسے پارلیمنٹ پر سبقت یا برتری حاصل ہے جبکہ ملک کی سپریم کورٹ نے فیصلہ کیا ہے کہ پارلیمان کو عدالتوں پر بالادستی حاصل ہے۔ بی بی سی نے ان دونوں فیصلوں کے مضمرات پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا ہے۔ حکومت پہلے ہی شرعی عدالت کے اس فیصلے کی وجہ سے مشکلات میں مبتلا ہے۔ جس کے تحت اس نے ملک کی معیشت سے سود کے خاتمہ کا حکم دیا ہے۔ حال ہی میں حکومت نے بڑی خاموشی سے شرعی عدالت کے اس فیصلے کے خلاف سپریم کورٹ میں اپیل کی ہے۔ یہ دعویٰ کہ وفاقی شرعی عدالت کے سامنے پارلیمنٹ اپنی برتری کھو بیٹھی ہے فوجی صدر جنرل ضیاء الحق کے زمانے میں آئین میں ایک ترمیم کے بعد سے اٹھا ہے۔ جس روز شریعت عدالت نے اپنی برتری کے بارے میں فیصلہ دیا۔ اسی روز سپریم کورٹ نے لاہور ہائی کورٹ کے اس فیصلے کو رد کر دیا۔ جس میں یہ کہا گیا ہے کہ ملک کے صدر کو سزائے موت معاف کرنے کا حق نہیں۔ کیونکہ اسلامی شریعت کے مطابق اس کا حق صرف مقتول کے عزیزوں کو حاصل ہے۔

وفاقی عدالت کے ایک سابق چیف جسٹس شیخ آفتاب حسین نے بھی کہا ہے کہ آئین کے تحت شریعت عدالت سمیت کسی عدالت کو قانون سازی کا اختیار نہیں۔ لاہور ہائی کورٹ کے سابق چیف جسٹس ڈاکٹر جاوید اقبال کی طرح شیخ آفتاب حسین نے بھی اجتہاد پر زور دیا ہے۔ شیخ آفتاب حسین نے کہا ہے کہ آج کل کے دور میں جو علماء ہیں وہ اجتہاد کے قابل نہیں اور نہ وہ شرعی عدالت کے جج بننے کے اہل ہیں۔ کیونکہ ان کے اندازِ فکر میں کٹرپن ہے اور ان میں جدید علوم کا فقدان ہے۔ وائس آف جرمنی نے اس تنازعہ پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا کہ سود کے بارے میں بھی وفاقی شرعی عدالت کے فیصلے نے نواز شریف حکومت کو مشکل میں ڈال دیا تھا۔ سپریم کورٹ کے مطابق سیاسی اقتدار یا اختیارات کی تقسیم اور مالیاتی اداروں کی حیثیت کا تعلق صرف اور صرف مقننہ یعنی پارلیمنٹ کا کام ہے۔ اور اگر کوئی قانون خلاف اسلام پایا جائے تو اسکے خاتمے یا ترمیم کا حتمی فیصلہ عوام کی نمائندہ پارلیمنٹ کو کرنا چاہیئے۔ کیونکہ اگر پارلیمنٹ میں قانون سازی کو محدود کر دیا گیا۔ تو اسکے نتیجے میں موجودہ آئین کے تحت تمام آئینی ادارے سیاسی جماعتیں یا جماعتوں کے متعلق قوانین انتخابات کا طریقہ کار اور صدارتی اختیارات مشکوک اور بے معنی ہو کر رہ جائیں گے۔ وائس آف جرمنی نے سابق چیف جسٹس شیخ آفتاب حسین کے حوالے سے کہا کہ آئین کے تحت شرعی عدالت سمیت کسی بھی عدالت کو آئین سازی کے اختیارات نہیں کیونکہ عدالتیں خود آئین کی پیداوار ہیں۔ جنہیں سپریم کورٹ کو اہم آئینی مسائل پر رائے دینے کی ذمہ داری سونپی گئی ہے۔ وائس آف جرمنی نے مزید کہا کہ سپریم کورٹ اور وفاقی شرعی عدالت کے متضاد نقطہ ہائے نظر کے پیشِ نظر ابہام پیدا ہوا ہے۔ جسے دور کرنے کے لئے ضروری ہے کہ سرکاری سطح پر وفاقی شرعی عدالت کے دائرہ اختیار کا تعین کر دیا جائے۔ تاکہ ملک کا دستوری نظام تضادات سے پاک ہو سکے

مارگریٹ تھیچر

مسز مارگریٹ تھیچر نے تین انتخابات جیت کر مسلسل تین دفعہ برطانیہ کی وزیر اعظم بن کر برطانیہ کی اس صدی کا ایک ریکارڈ قائم کر دیا ہے۔ وہ چوتھی دفعہ بھی جیت جاتیں لیکن تھوڑی سی اندرونی خلفشار نے انہیں بددل کر دیا اور انہوں نے چوتھے انتخابات سے پہلے وزارتِ عظمیٰ سے استعفیٰ دے دیا اور ان کی جگہ جان میجر وزیر اعظم بن گئے۔ اپنی سخت گیر پالیسیوں کی وجہ سے وہ خاتونِ آہن بھی کہلاتی ہیں۔ اور اب وہ ہاؤس آف لارڈز ممبر بن گئی ہیں لیکن حال ہی میں ان کی طرف سے یہ عندیہ ملا ہے کہ وہ دنیا کے سب سے بڑے سگریٹ بنانے والے فلپ کیساتھ مالی سیاسی مشیر کے طور پر کام کرنے کے لئے رضامند ہو گئی ہیں۔ اس سلسلے میں ڈاکٹروں نے، لوگوں نے جو تمباکو نوشی کے خلاف مہم چلا رہے ہیں۔ برطانیہ کی پارلیمنٹ کے حزب اختلاف نے اور اسکے کئی سابق وزراء اور ساتھیوں نے انہیں مشورہ دیا ہے کہ وہ اس کام میں نہ ڈالیں۔

لندن کے اخبار سنڈے ٹائمز نے گزشتہ روز یہ خبر دی کہ سگریٹ بنانیوالے سب سے بڑے ادارے نے مسز تھیچر کو دعوت دی ہے کہ وہ ان کے ساتھ کام کریں جس کا معاوضہ انہیں ایک ملین ڈالر سالانہ دیا جائے گا۔ ان کے فرائض میں یہ بات داخل ہو گی کہ وہ مشرقی یورپ میں اور تیسری دنیا میں نئی منڈیاں تلاش کریں اور یہ بھی ان کا کام ہو گا کہ وہ اس ادارے کو مشورہ دیں کہ ان لوگوں کے خلاف جو قانون کے ذریعہ سگریٹ نوشی کی مخالفت کر رہے ہیں سگریٹ نوشی کے اشتہارات کو بھی سامنے نہیں آنے دینا چاہتے۔ کسطرح مقابلہ کیا جائے۔ آج سے تین سال قبل تھیچر کی حکومت نے یہ مہم چلائی تھی کہ نوجوان سگریٹ پینے والوں کی تعداد کو نصف کر دیا جائے۔ ان کے وقت میں جو متعلقہ افسر تھے انہوں نے اس حیرانگی کا اظہار کیا ہے کہ مذکورہ ادارہ نے مسز تھیچر کو یہ پیشکش کی ہے۔ انہوں نے مزید کہا کہ آج تک سگریٹ نوشی کے خلاف جتنی تقاریر کی گئی ہیں ان میں سے سب سے زیادہ زوردار تقریر مسز تھیچر کی تھی۔ مسز تھیچر کو آئندہ نسلوں کی بہبود کے پیشِ نظر یہ کام نہیں کرنا چاہیئے۔ حزبِ اختلاف کے اراکین نے کہا ہے کہ مسز تھیچر وزارتِ عظمیٰ کے عہدے کو داغ دار کر رہی ہیں۔

امداد کی نگرانی

اقوام متحدہ کے سیکرٹری جنرل نے یہ تجویز پیش کی ہے کہ جن ممالک کو امداد دی جاتی ہے ان میں اقوام متحدہ کا ایک ایسا سفیر موجود ہونا چاہیئے جو ہر قسم کی دی گئی امداد کی نگرانی کر سکے۔ پاکستانی نمائندے شیر افگن خان نے اس تجویز پر جی۔ ۷۷ کی نمائندگی میں اعتراض کیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ اس معاملے پر ہمیں مزید غور کر لینا چاہیئے ایسا نہ ہو کہ مختلف ایجنسیوں کی طرف سے دی گئی رقوم کی نگرانی ایک شخص کے ہاتھ میں دے کر اسے انتہائی افسر اعلیٰ کے طور پر سمجھا جانے لگے اور اس ایک شخص کے فیصلوں سے مختلف ممالک یا جس ملک میں وہ متعین ہو بری طرح متاثر ہو جائیں۔ نگرانی تو بہر حال ضروری ہے۔ لیکن نگرانی اگر اس ملک کے افسران کریں جسے امداد دی گئی ہے تو اس سے اس بات کا خطرہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ بلاوجہ روک ٹوک کر کے اخراجات کا توازن بگاڑ دے گا۔ لیکن یو۔ این۔ او۔ کی طرف سے ایک سفیر کا مقرر کر دیا جانا اس لئے مناسب نہیں کہ تمام ملکی مفاد اس ایک شخص کے ہاتھ میں دے دینے والی بات ہو گی۔ یعنی اس کے حقوق اتنے زیادہ ہو جائیں گے کہ کسی بھی ملک کو اس کا نقصان پہنچ سکتا ہے۔ یہ سفیر اپنے ذوق کے مطابق ترقی کی شاہراہ پر گامزن کرنا چاہیں گے اور ملکی مفاد پوری طرح پیش نظر نہیں رکھا جا سکے گا۔ بطروس غالی سیکرٹری جنرل اقوام متحدہ کا بنیادی خیال یہ ہے کہ چونکہ مختلف ایجنسیوں کی طرف سے فنڈز ملتے ہیں۔ اس لئے ان سب کے اخراجات میں توازن قائم رکھنے کے لئے ایک شخص کے ہاتھ میں سارے اعداد و شمار ہونے چاہئیں۔ موجود الوقت اقوام متحدہ کی ہر ایجنسی الگ الگ نمائندہ اپنے دیئے گئے فنڈ کیلئے مقرر کرتی ہے۔

نرسیماراؤ پر تنقید

اگرچہ بھارت کے وزیر اعظم نرسیماراؤ کے خلاف عدم اعتماد کا ووٹ تو کامیاب نہیں ہو سکا۔ لیکن اس موقع پر ان کی حکومت پر خاصی تنقید کی گئی۔ ایک سابق وزیر اعظم چندر شیکھر نے کہا کہ آپ کو اس عہدے پر ایک سال ہو گیا ہے اور یہ وثوق کے ساتھ کہا جا سکتا ہے کہ آپ کا یہ سال نہایت ناکام رہا۔ چندر شیکھر موجودہ وزیر اعظم سے پہلے چار ماہ کے لئے وزیر اعظم رہے تھے جب گذشتہ سال انتخابات ہوئے تو نرسیماراؤ وزیر اعظم بن گئے چندر شیکھر نے کہا کہ جتنی جلدی نرسیماراؤ کی حکومت

باقی صک پر

Digitized by Khilafat Library Rabwah

غلام جیلانی اصغر کے خط سے ایک اقتباس

ایک خط

اب تک جو کچھ میں نے لکھا ہے وہ اتنی نوعیت کا ہے مناسب سمجھیں تو اسے اسی طرح چھاپ دیں۔ یا اسے کاتب کی صوابدید پر چھوڑ دیں۔ اب موجودہ شمارے کے متعلق کچھ عرض کروں گا۔ آپ نے اپنے اداریے میں دو سوال اٹھائے ہیں۔

نمبر ۱۔ بھارت میں عظیم الشان مشاعروں، عالمی سیمیناروں اور بین الاقوامی مذاکروں کے باوجود اردو زبان مر رہی ہے نمبر ۲۔ "بھارت میں (بلکہ پاکستان میں بھی) ایسے بے شمار اہل قلم اور دانش ور ہیں جو اس "عذاب" میں مبتلا ہیں کہ فلاں طبقے کا "شین کاف" درست نہیں"۔ بھارت میں اردو زبان اور اس کے رسم الخط کا مستقبل کیا ہے؟ ایک سنجیدہ سوال ہے۔ اس کا جواب دراصل بھارت کے ادیبوں کی ذمہ داری ہے۔ جب جب میانوالی جاتے ہوئے رام لال سرگودھا آئے تھے تو میں نے یہ سوال ان سے کیا تھا ایسا ہی سوال میں نے کرشن ادیب اور بلراج کومل سے بھی کیا تھا۔ اور ایسا ہی سوال میں گوپی چند نارنگ سے کرنا چاہتا تھا کیونکہ بنیادی طور پر وہ لسانیات کے پارکھ ہیں ان دانشوروں نے حسب استطاعت بہت اچھے جواب دیئے تھے۔ بلکہ ایک صاحب نے تو یہ خوشخبری بھی دی تھی کہ ان کے افسانے ہندی رسم الخط میں بھی چھپتے ہیں۔ بھارت میں رسم الخط کا تو اسی دن فیصلہ ہو گیا تھا۔ جب گاندھی مہاراج نے ہندوستانی زبان کا دیوناگری رسم الخط میں چھاپنے کا فیصلہ صادر کیا تھا۔ اور ہمارے مسلمان زعماء جو نیشنلسٹ کہلاتے تھے۔ واردھا اسکیم پر خوشنودی کا اظہار کر چکے تھے، رسم الخط یا زبان کا تعلق کسی طبقے کے اقتصادی اور سیاسی استحکام سے ہوتا ہے۔ جب سپین میں مسلمان سیاسی اور اقتصادی طور پر ایک غالب قوت کی حیثیت رکھتے تھے تو اکثر پادری اپنے عبایہ عربی رسم الخط میں حروف لکھواتے کیونکہ انہیں ان حروف کی خوبصورتی پسند تھی۔ یہ بات بریفالٹ نے اپنی کتاب "تشکیل انسانیت" میں بڑی تفصیل سے لکھی ہے۔ لیکن جس دن سپین سے مسلمان سیاسی طور پر خارج ہوا تو اس کا رسم الخط بھی اس کے ساتھ سپین کی سرزمین سے غائب ہو گیا۔ ہندوستان میں مسلمان اپنے مخصوص کلچر کے ساتھ صرف اسی صورت میں زندہ رہ سکتا ہے جب کہ وہ اپنے آپ کو اقتصادی طور پر ایک ناقابل تسخیر قوت تسلیم کروا لے۔ اگر ایسا ممکن نہیں تو پھر اسے وہی راستہ اختیار کرنا چاہیئے جو عصمت چغتائی نے اپنے لئے چنا۔ اس نے دفن ہونے پر جلنے کو ترجیح دی۔ کیونکہ اس کی ہندو بیٹی کے بیان کے مطابق محترمہ عصمت چغتائی اس عمل سے ہندو مذہب اور کلچر سے اپنی یکجہتی کا اظہار کرنا چاہتی تھی مجھے مرحومہ کے اس عمل سے کوئی کد نہیں ہے اور نہ ہی میں اس پر اعتراض کرتا ہوں۔ کیونکہ ہر فرد کو عمل کی آزادی ہے۔ میں نے تو صرف یہ عرض کرنا ہے کہ اگر ہندوستان کے ۱۳ کروڑ مسلمان اردو کی بقا کے لئے عربی رسم الخط کا وجود ضروری سمجھتے ہیں۔ تو پھر انہیں اپنے سیاسی وجود کی تشکیل نو کرنا ہو گی۔

یہ عمل ایسا مشکل بھی نہیں ہے۔ اگر ہندوستان کے مسلمانوں کے اندر فکر کی یکجہتی پیدا ہو جائے۔ جہاں تک اردو زبان کی بقا کا تعلق ہے تو اس کے متعلق ہمیں تشویش کرنے کی چنداں ضرورت نہیں کسی زبان کی بقا کا تعلق اس کی داخلی قوت اور اثر پذیری سے ہوتا ہے نہ کہ حکومت کے فیصلے سے ہندوستان کی حکومت اپنی تمام تر ہندوانہ ذہنیت کے باوجود سنسکرت کے تن مردہ میں جان نہیں ڈال سکی بلکہ وہ سنسکرت آلود زبان جو بھارتی ریڈیو کے چند پروگراموں میں سننے میں آتی ہے۔ عوام کی زبان نہیں بن سکی۔ مہاتما بدھ کو آج سے کئی صدیاں پہلے اس امر کا عرفان تھا کہ زبان وہی زندہ رہتی ہے جس میں عوامی سطح پر پھیلنے کی سکت ہو۔

آپ نے محسوس کیا ہو گا کہ ایک سوال کا جواب تو میں نے دے دیا۔ دوسرا سوال ذرا مشکل ہے۔ کیونکہ اس کا تعلق صرف بھی میں رہنے والے ایک اہل قلم سے ہی نہیں بلکہ پاکستان میں رہنے والے بھی اکثر دوستوں دوستوں سے ہے جو علامہ اقبال کی اردو بھی غیر شرعی حد تک غیر فصیح سمجھتے ہیں۔ میں خود پنجابی ہوں لیکن نجی خطوط، انشائیے اور غزل نظم وغیرہ اردو میں لکھتا ہوں۔ کوشش کرتا ہوں کہ میری تحریر میں پنجابی کے اثرات زیادہ نمایاں نہ ہوں۔ لیکن کوئی معقول فرد (خواہ وہ لکھنے والا ہی کیوں نہ ہو) اپنی ماں کے دودھ سے کب تک بغاوت کر سکتا ہے؟ چنانچہ میرے ساتھ اکثر یہ حادثہ ہوا ہے کہ اردو کے اکثر الفاظ کو جب پنجابی تلفظ کے ساتھ میں شعر میں باندھتا ہوں تو میرے کچھ دوست جو زندگی کو تشریح الاعضا تک اور زبان کو نور اللغات تک محدود رکھنا چاہتے ہیں میری نادانی پر افسوس کا اظہار کرتے ہیں۔ میں اکثر ان سے کہتا ہوں کہ۔ "دوستو! میں عورت مرد میں تو تمیز کر لیتا ہوں۔ البتہ مذکر مونث میں تمیز کرنا میرے بس کی بات نہیں، اور خود زبان بھی جو زیادہ سے زیادہ لوگوں تک پہنچنا چاہتی ہے۔ ایسی غیر ضروری پابندیوں کی متحمل نہیں ہو سکتی۔" ہم جس ملک میں بستے ہیں وہ سیاسی طور پر تو ایک اکائی ہے لیکن ثقافتی لحاظ سے اس کے کئی رنگ ہیں، اور یہ سارے رنگ مل کر ایک عظیم تر ثقافت بناتے ہیں جسے ہم پاکستانی ثقافت کہتے ہیں اس ثقافت کی تشکیل و تعمیر میں اردو زبان اسی صورت ایک مثبت کردار ادا کر سکتی ہے جب اس میں سب علاقائی زبانوں کا ذائقہ شامل ہو۔ اردو کا نیا روپ وہ نہیں ہے جس پر قلعہ معلی یا جرأت و مصحفی کی مہر تصدیق ثبت ہو۔ اب یہ دلی اور لکھنؤ کی گلیوں سے نکل کر سرگودھا اور جھنگ کے بازاروں میں داخل ہو گئی ہے۔ میں اپنے اہل زبان دوستوں سے درخواست کروں گا کہ وہ بے چاری اردو کو آزادانہ چلنے پھرنے دیں۔ اس پر درباری کی پابندیاں نہ عائد کریں۔

یہ تو خیر کچھ غیر ضروری باتیں تھیں جن پر اتنا سنجیدہ ہونے کی چنداں ضرورت نہیں۔ بات تو میں دراصل ستار طاہر کے "فٹ نوٹس" کی کرنا چاہتا تھا۔ پچھلے شمارے میں بھی ستار طاہر نے بڑی خوبصورت باتیں کی تھیں۔ زیادہ تر کتابوں کی اور ان کے لکھنے والوں کی مجھے یہ انداز پسند ہے۔ یہ اس طرز تنقید سے کہیں زیادہ بہتر ہے۔ جس کا انداز منفی ہوتا ہے یا شخصی۔ اگر لکھنے والوں میں کتابیں پڑھنے کا شوق عام ہو جائے تو ہمارے ہاں نگارشات کا مزاج بھی بدل جائے۔ زندگی کو وسیع تر تناظر میں دیکھنے کے دو ہی طریقے ہیں یا آدمی زندگی کو بہت قریب سے دیکھے۔ جیسے دستوئسکی۔ ڈکنز یا ہیمنگ وے نے دیکھا تھا۔ یا پھر ان کتابوں کو پڑھے جن میں زندگی کا لمس موجود ہے۔ ہم میں سے بیشتر تو کتاب کی رفاقت سے محروم ہیں۔ کیونکہ کتابیں مہنگی ہیں اور کتابیں پڑھنے والے کو معاشرہ شک کی نظر سے دیکھتا ہے۔ اب تو اشفاق احمد جیسے پڑھے لکھے افراد بھی "اکو الف تیرے درکار" کو علم و فراست پر ترجیح دینے لگے ہیں۔ میں نے ایک دفعہ جب ایک چوہدری صاحب سے شکایت کی کہ ان کا صاحبزادہ پڑھتا نہیں ہے تو انہوں نے مجھے سہل ممتنع میں جواب دیا۔ "فیر بھی پروفیسر صاحب تہاڈے نالوں چنگا ہوے گا۔" ان کا فرمایا ہوا سچ ہوا اور ہمارے قومی نمائندوں نے اس صداقت کو مزید مستحکم کر دیا ہے۔ ایسے معاشرہ میں ستار طاہر کا دم غنیمت ہے۔ وہ کتابیں پڑھتا ہے اور ہمیں سناتا ہے۔

میں اشفاق صاحب کی دانائی، علم دوستی ادب سے گہری وابستگی اور تصوف سے مخلصانہ دلچسپی کا ہمیشہ سے معترف رہا ہوں لیکن یہ بات میری سمجھ میں نہیں آتی کہ اسلامی تصوف (اگر اس قسم کی کوئی چیز موجود ہے) تجربیت یا استدلال کی کس طرح نفی کرتا ہے اقبال نے جب عجمی تصوف پر تنقید کی تھی تو اس کا مقصود روحانی تجربہ کو جھٹلانا نہیں تھا بلکہ اس روحانی عطائیت کی نشاندہی کرنا تھا جو زوال امت کا سبب ہیں۔ ایک عرصہ سے ہمارا دانش ور جو قریب کے مسائل سے اغماض کرنا چاہتا ہے۔ کولن ولسن۔ آسپنسکی، سر ولیم کروکس، ڈاکٹر الیگزینڈر کارتن۔ لیڈبیٹر جیسے

PSEUDO SPIRITIUALISTS

کی نگارشات میں پناہ تلاش کر رہا ہے۔ حالانکہ جن انکشافات پر ان تحقیقات کی بنیاد رکھی گئی ہے۔ وہ ممکن ہے سرے سے ہی غلط ہوں۔ ہمارے صوفیائے کرام نے ان مشاہدات کو کبھی اہمیت نہیں دی۔ علامہ اقبال نے بڑی پتے کی بات کہی ہے ؎

تیری نگاہ میں ہے معجزات کی دنیا
میری نگاہ میں ہے حادثات کی دنیا
عجب نہیں کہ بدل دے اسے نگاہ تیری
بلا رہی ہے تجھے ممکنات کی دنیا

اشفاق صاحب کا روحانی شعور ان کے لئے تو ایک قوت بن سکتا ہے۔ لیکن محض ان کا نام میرے جیسے درماندہ راہی کو وہم پرست بنا سکتا ہے۔ میری یہ معروضات ایک ایسے فرد کی ہیں جو روحانی تجربہ کی لذت سے ابھی تک محروم ہے۔ اس لئے میری جسارت کو نظر انداز بھی کیا جا سکتا ہے۔

مجھے افسوس ہے کہ خط ذرا طویل ہو گیا ہے۔ میں تخلیق کی دوسری تخلیقات کے علاوہ گذشتہ شمارے کے متعلق بھی کچھ باتیں کرنا چاہتا تھا۔ کیونکہ مجھے انجمن خیال کا ہائیڈ پارک پسند ہے۔ امید ہے آپ بخیریت ہوں گے۔ بصورت دیگر مجھے مطلع کریں۔ ایک غزل بھی بھیج رہا ہوں۔ اپنی سابقہ خاموشی کے لئے معذرت خواہ ہوں۔

(ماہنامہ تخلیق ماہ اپریل ۱۹۹۲ء صفحہ ۱۰۲-۱۰۴)

اللہ تعالیٰ کے فضلوں کو جذب کرنے کا ذریعہ

فرمایا: "یاد رکھو تحریک جدید اللہ تعالیٰ کے فضلوں کو جذب کرنے کا بہت بڑا ذریعہ ہے۔ ایسا موقع سینکڑوں سال پہلے کسی کو ملا ہے نہ آئندہ ملے گا۔"

Digitized by Khilafat Library Rabwah

بقیہ: صفحہ ۱ سے آگے

ممالک میں دکھائے جانے ممکن ہو سکیں گے

جماعت احمدیہ کی طبی خدمات کے ضمن میں حضور ایدہ اللہ نے فرمایا کہ گھانا میں ایک ہومیو پیتھک شفاخانہ قائم کیا گیا ہے۔ جو لوگ ہمارے شفاخانوں میں آتے ہیں۔ وہ خدا کے فضل سے شفا پاتے ہیں اور محض اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے دنیا بھر میں شفا کے سرچشمے جماعت احمدیہ کے ذریعے جاری ہیں۔ اسی ضمن میں حضور نے فرمایا کہ سابق سوویت یونین کی ریاست تاتارستان میں بھی افریقہ کی طرح بہت جلد ہسپتال قائم کر دیا جائے گا۔

نئے اخبارات کا ذکر کرتے ہوئے حضور ایدہ اللہ نے فرمایا میرے دورِ امامت میں دس سال میں ۱۸ ممالک میں ۴۸ نئے جرائد و رسائل جاری ہوئے ہیں۔ اس ضمن میں لندن سے جاری شدہ عربی رسالے التقویٰ کا ذکر کرتے ہوئے آپ نے فرمایا کہ یہ رسالہ بہت عظیم خدمات بجا لا رہا ہے اور اس کے ذریعے بہت سی بیعتیں ہو چکی ہیں۔

مختلف ممالک میں ہونے والی عظیم الشان نمائشوں میں جماعت احمدیہ کے سٹال لگائے جاتے ہیں اس ضمن میں ۳۹ ممالک میں ۱۱۴ نمائشوں میں جماعت احمدیہ کے سٹال لگائے گئے۔ خدا کے فضل سے ان جگہوں پر بہت کثرت سے جماعت احمدیہ کی کتب فروخت ہو رہی ہیں۔

وقفِ نو حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے اپنے دورِ امامت کی ایک اور زبردست تحریک کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ وقفِ نو تحریک میں، اب تک دس ہزار ۲۶۶ بچے شامل ہو چکے ہیں اور جیسا کہ میں نے پہلے بھی ذکر کیا تھا اس میں لڑکوں کا تناسب بڑا حیرت انگیز ہے۔ جو کوئی سوچ بھی نہیں سکتا کہ خدا کے فضل کے بغیر ممکن ہو۔ اس تعداد میں سات ہزار چھ سو بانوے لڑکے اور تین ہزار تہتر لڑکیاں ہیں۔ حضور نے فرمایا یہ تحریک ایک معین وقت کے لئے جاری کی گئی تھی لیکن جب میں سکیم بند کرنے لگا تو بہت کثرت سے ایسے خطوط آئے کہ اس سکیم کو ابھی بند نہ کیا جائے۔ چنانچہ یہ سلسلہ اب جاری ہے۔ حضور نے فرمایا اس سکیم کی برکت سے بہت سی بے اولاد احمدی خواتین کو اللہ تعالیٰ نے اولاد عطا کی ہے۔

اس ضمن میں حضور ایدہ اللہ نے فرمایا کہ ہم کو اللہ کے فضل و کرم سے دس سال کے عرصے میں ۳۱ لاکھ قرآن کریم دنیا بھر میں تقسیم کرنے کی سعادت ملی ہے۔ حال ہی میں شائع ہونیوالے چینی ترجمۂ قرآن کا ذکر کرتے ہوئے حضور ایدہ اللہ نے فرمایا کہ چینی زبان کے ماہروں نے اس کی بیحد تعریف کی ہے اور کہا ہے کہ آج تک چینی زبان میں جس قدر تراجم ہوئے ہیں ان میں سے کوئی ترجمہ قرآن بھی جماعت احمدیہ کے ترجمے کے مرتبے تک نہیں پہنچ سکتا۔ یہ ترجمہ مکرم عثمان چینی صاحب نے کیا ہے۔

روس میں بیت الذکر کی تعمیر کے بارے میں حضور ایدہ اللہ نے یاد دلایا کہ پچھلے دو ایک برسوں میں جو روسی وفد آیا تھا اس نے یہ درخواست کی تھی کہ جب آپ روس میں پہلی بیت الذکر قائم کریں تو وہ ہمارے علاقے میں کریں چنانچہ میں نے ان سے وعدہ کیا کہ ایسا ہی ہوگا۔ اس کے لئے ایک احمدی نے

باقی صفحہ ۸ پر

بقیہ: صفحہ ۵ سے آگے

برطرف کی جا سکے اتنا ہی لوگوں کے لئے بہتر ہوگا۔ چندر شیکھر نے خاص طور پر اقتصادیات کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ نرسیما راؤ کے وقت میں بھارت کی اقتصادیات کو بہت نقصان پہنچا ہے انہوں نے کہا کہ انہوں نے بھارت کے لاکھوں غرباء کو نظرانداز کیا ہے اور فائدہ صرف چند ایک کو پہنچایا ہے انہوں نے کہا کہ اگرچہ اب تو یہ لوگ مسکرا رہے ہیں لیکن وہ وقت دور نہیں ہے کہ ان کی آنکھوں سے آنسو رواں ہوں گے جو طریقہ نرسیما راؤ نے اختیار کیا ہے وہ امیر لوگوں کو مزید امیر بننے کے موقعے تو فراہم کرتا ہے لیکن غریبوں کے لئے کسی طرح بھی مفید ثابت نہیں ہوگا۔

بقیہ: صفحہ ۳ سے آگے

ہوا کہ دنیا کا جتنا کاروبار اور جتنی ترقیاں ہیں۔ وہ سب تقدیر کے مقرر ہونے کی وجہ سے ہیں۔ اگر یہ نہ ہوتی تو دنیا ہی نہ ہوتی اور اس کا کارخانہ نہ چل سکتا۔ پس انسان کی زندگی تقدیر کے ساتھ قائم ہے کیونکہ انسان کھانے پینے اور دوسری ضروریات کے پورا ہونے سے زندہ رہ سکتا ہے اور ان ضروریات کے پورا کرنے کے لئے وہ بھی محنت کرتا ہے جب وہ جانتا ہے کہ میری کوشش کا کوئی مفید نتیجہ نکلے گا۔ اگر کوئی قاعدہ مقرر نہ ہوتا تو وہ محنت بھی نہ کرتا اور زندہ بھی نہ رہتا۔

بقیہ: صفحہ ۴ سے آگے

کا بالواسطہ وسیلہ بھی ہوتی ہے۔ زندگی کے تمام پہلو، مادی بھی اور ذہنی، روحانی اور اخلاقی بھی، تمام اکتسابات، اقدار و معیارات، جو تہذیب یا کلچر کے تار و پود ہیں، زبان کے لئے معنوی مواد فراہم کرتے ہیں۔ قواعدی معنی کی شقیں تراشتے ہیں۔ گویا زبان کو معنوی غذا سماج اور تہذیب سے ملتی ہے۔ غالباً اسی لئے ماہر لسانیات گرین برگ (GREEN BURG) اسے کلچر کا ایک حصہ قرار دیتا ہے۔ سماج اور تہذیب میں کچھ تبدیلیاں رونما ہوئی ہیں تو زبان میں بھی حسبِ ضرورت تغیرات ہو جاتے ہیں۔

زبان میں تہذیبی مواد دو حیثیتوں میں ملتا ہے۔ ایک کا تعلق تہذیب کے مادی پہلو یا خارجی عناصر اور مظاہر سے ہوتا ہے۔ اور دوسرے کا تجریدی اور غیر مرئی عناصر اجتماعی نفسیات اور ذہنی و جذباتی رویوں سے۔ مادی پہلو اسی تہذیب کے ساختہ پرداختہ بھی ہوتے ہیں اور دوسری تہذیبوں کا عطیہ بھی۔ لیکن نسلیں، قومیں اور تہذیبیں اتنی خلط ملط ہوتی رہی ہیں اور ایک دوسرے سے اخذ و استفادہ کرتی آئی ہیں اس لئے کسی تہذیب کے اصل خد و خال کی پہچان مشکل ہو جاتی ہے۔ تاہم یہ ضرور کہا جا سکتا ہے کہ یہ خد و خال بھی مستقل اور دائمی نہیں ہوتے جو عناصر وقت گزرنے پر اپنی افادیت کھو دیتے ہیں، وہ اور ان کے متعلقات بشمول دلالت کرنے والے کلموں کے، متروک ہو جاتے ہیں خانہ بدوش سماج کی معیشت مال مویشی، چراگاہوں، پانی اور خیموں کے محوروں پر ہی گھومتی ہے۔ اس کی زبان میں مادی وسائل اور اشیاء پر دلالت کرنے والے کلمے زیادہ ہوتے ہیں، تجریدی برائے نام۔ زرعی معیشت میں ان میں سے خاصے کلمے کام کے نہیں رہ جاتے۔ زرعی اور سکنی معیشت کے اپنے وسائل اور ذرائع اور اپنے رنگ ڈھنگ ہوتے ہیں جو وسائل کے بدلنے سے تبدیل ہو جاتے ہیں۔ جاگیرداری اور صنعتی نظاموں کا فرق زبان میں امتیازات کا موجب ہوتا ہے۔ تہذیبی سفر کی ابتدائی منزلوں میں جن جانوروں سے معیشت وابستہ ہوتی ہے۔ ان کی کیفیتوں اور حالتوں کے مطابق متعدد نام ہوتے ہیں۔ ان کے تمام متعلقات کچھ نہ کچھ اہمیت رکھتے ہیں۔ مثلاً ملتانی سماج میں گائے بھینس کے جنسی ناموں کے بجائے ان کی عمر، رنگ، سینگوں گابھ وغیرہ کے لحاظ سے نام ہوتے تھے۔ گویا کہ بی تازگی کے ادوار کے اعتبار سے الگ الگ کلموں کو استعمال کیا جاتا تھا۔ ظاہر ہے کہ سماجی ترقی اور شہری تہذیب کے اثرات نے بیشتر علاقوں میں انہیں محو کر دیا ہے۔ عرب میں اونٹ کی مینگنیوں کی کیفیتوں کے لحاظ سے متعدد کلمے ہوا کرتے تھے، ممکن ہے بعض بدوؤں میں اب بھی مستعمل ہوں لیکن عمومی طور پر متروک ہو چکے ہیں۔ زندگی کی مادی تبدیلیاں ذہنی رویوں، طرزِ احساس، آداب معاشرت کے تغیرات کی موجب ہوتی ہیں۔ کلچر کے ساتھ ساتھ زبان بھی کچھ نہ کچھ بدل جاتی ہے۔

کسی قوم کا سیاسی غلبہ محکوم تہذیب کو بھی متاثر کرتا ہے، زندگی کے نئے لوازمات اور ان پر دلالت کرنے والے کلمے بھی قبول کر لئے جاتے ہیں۔ برصغیر میں مسلمانوں کی آمد اور حکمرانی سے جو تہذیبی اور لسانی تبدیلیاں ہوئیں انہیں کون نہیں جانتا۔ مختلف اپ بھرنشوں نے نوواردوں اور ان کی زبانوں کے زیرِ اثر اپنا روپ اتنا کچھ بدل لیا کہ جدید ہند آریائی بھی جانے لگیں۔ یہاں کی دنیا نئی چیزوں اور ناموں سے متعارف ہوئی۔ ایک ملی جلی تہذیب بھی ابھری اور ایک زبان نے اتنا اثر قبول کر لیا کہ اس پر ایرانی تہذیب کی چھاپ خاصی نمایاں نظر آنے لگی، وہی "اردو زبان" کہلائی۔ برطانیہ پر اینگلو اور سیکسن تسلط نے ایک نئی تہذیب اور زبان کو، جسے قدیم انگریزی کہئے جنم دیا۔ نارمن تسلط نے تہذیب اور زبان کو کچھ کا کچھ بنا دیا۔

تہذیبی ارتباط کی نوعیت کیسی ہی کیوں نہ ہو، دوسری تہذیب یا تہذیبوں کی کارآمد اور نئی مادی اشیاء سے ہی فائدہ نہیں اٹھایا جاتا بلکہ ان تہذیبوں کو بہتر سمجھ کر ان کے بہت کچھ عکس، بعض بیوپاری صورتیں، کچھ تنظیمی انداز چند فکری زاویوں وغیرہ کو بھی اختیار کر لیا جاتا ہے، اور ان پر دلالت کرنے والے کلمے بجنسہٖ یا صوتی عادتوں کے مطابق اپنا لئے جاتے ہیں۔ (نگار کراچی)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

خبریں

○ ربوہ ۔ ۴ ، اگست آج صبح سے بادل آئے ہوئے ہیں ۔ صبح حبس تھا دوپہر کو ہوا بھی چلی اور بوندا باندی بھی شروع ہو گئی جس سے موسم خوشگوار ہو گیا ۔

○ محکمہ بجلی ربوہ کی اطلاع کے مطابق کل ۵ ، اگست کو صبح $5\frac{1}{2}$ بجے سے بعد دوپہر $3\frac{1}{2}$ بجے تک بجلی بند رہے گی ۔

○ اس کے بعد ۷ ، ۹ ، ۱۱ ، اور ۱۳ اگست کو بھی انہی اوقات میں بجلی بند رہے گی ۔

○ وزیراعظم نے کہا ہے کہ وہ کوشش کریں گے کہ اپوزیشن کی طرف سے استعفے دینے کی نوبت نہ آئے ۔ انہوں نے کہا کہ اپوزیشن مستعفی ہونے کی بجائے مثبت رویے کا مظاہرہ کرے ۔ ہم اس کے ساتھ بھرپور تعاون کریں گے ۔ انہوں نے کہا کہ ایم کیو ایم کے استعفوں کی بات تو سمجھ میں آتی ہے لیکن پیپلز پارٹی کو تو اس اقدام سے خوش ہونا چاہیئے کہ صوبے میں حالات بہتر ہو گئے ہیں ۔

○ پیپلز پارٹی کے ڈپٹی پارلیمانی لیڈر مسٹر فاروق لغاری نے کہا ہے کہ اگر استعفوں کا فیصلہ ہوا تو کوئی شخص پارٹی ڈسپلن کی خلاف ورزی نہیں کرے گا انہوں نے کہا کہ حکومت ایک طرف افہام و تفہیم کی بات کرتی ہے لیکن دوسری طرف جمہوریت کو نقصان پہنچایا جا رہا ہے ۔

○ قائد حزب اختلاف محترمہ بے نظیر بھٹو نے قومی اسمبلی میں اپنے چیمبر سے اپنا تمام ریکارڈ گھر منتقل کر دیا ہے ۔ وزیراعظم نے اگرچہ استعفوں کی دھمکی کو فیشن قرار دیا ہے لیکن فاروق لغاری نے جواباً کہا ہے کہ دیکھ لینا ۶ ، اگست اور ۱۴ ، اگست کو کیا ہوتا ہے ۔

○ لاہور سے ۲۰ ، کلو میٹر دور جی ٹی روڈ پر ٹرک ڈرائیوروں نے ہائی وے کے ٹریفک کے انسپکٹر کو مار مار کر زخمی کر دیا اور پھر جوہڑ میں پھینک دیا ۔ اسکی سرکاری گاڑی یرغمال بنالی ۔ سرکاری وائرلیس سیٹ توڑ دیا اور جی ٹی روڈ پر کئی گھنٹے ٹریفک بلاک کئے رکھی ۔ ۱۴ ، ڈرائیور گرفتار کر لئے گئے

○ اسرائیلی کابینہ میں پہلی بار دو عرب وزراء کو بھی شامل کیا گیا ہے ۔

○ صدر بش کی انتظامیہ نے پاکستان کو ۳۰ ، کروڑ ڈالر کا اسلحہ فروخت کرنے کی اجازت دے دی ۔

○ پی ڈی اے وزیراعظم کے خلاف توہین عدالت کی درخواست دے گا ۔

○ سندھ اسمبلی کے پی ڈی اے کے اراکین پیر مظہر الحق اور محمد علی ہنگورو کو تیس دن کے لئے نظر بند کرنے کے احکامات جاری کر دیئے گئے ہیں ۔ یہ دونوں ارکان سندھ اسمبلی کی عمارت میں ہیں اور وہیں سو رہے ہیں تا کہ گرفتار نہ ہو سکیں ۔ اجلاس سے ۱۵ ، دن پہلے اور ۱۵ ، دن بعد کسی ممبر کو گرفتار نہیں کیا جا سکتا پولیس کی اس زیادتی کے خلاف تحاریک استحقاق منظور کر کے خصوصی کمیٹی کے سپرد کر دی گئی ہیں ۔

بقیہ : صد سے آگے

۱۰ ، لاکھ کا اور ایک نے ۵۰ ، لاکھ کا وعدہ کیا ہے ۔ اس مرحلے پر حضور نے اعلان فرمایا کہ کراچی کی جماعت نے ایک کروڑ روپے کا وعدہ کیا ہے ۔

حضور نے آخر میں فرمایا ہم تو اللہ کے فضل سے آگے ہی بڑھتے جائیں گے ہم نے خدا کے فضلوں کی منادی سے رکنا نہیں ۔ حضور نے اسیران راہ مولا کی رہائی کے لئے دعا کی تحریک فرمائی اور اسی طرح ان سب پاکستانیوں کے لئے دعا کی تحریک کی جو تکالیف میں مبتلا ہیں ۔

حضور نے اپنا براہ راست خطاب سننے والوں مشرق بعید اور بھارت و پاکستان کے احمدیوں کو اپنی طرف سے اور دیگر حاضرین کی طرف سے محبت بھرا سلام پہنچایا ۔

براہ راست ٹی وی پر سنے اور دیکھے جانے والے اس پروگرام کے پروڈیوسر مکرم وسیم احمد جیسوال تھے اور ایڈمنسٹریشن تھی مکرم بشیر احمد خان رفیق کی ۔ اللہ تعالیٰ ان سب کو اپنی جناب سے اعلیٰ ترین جزاء عطا کرے ۔ ہزاروں لاکھوں احمدی ان کے لئے دعا گو ہیں ۔